ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

"نظم "شام کو راستے پر" کے تین نفسیاتی رنگ"

(فرائیڈ، یونگ اور لاقان)

سکالر صفدر علی شاہ

پی ایچ۔ڈی سکالر، شعبہ اردو، اسلامیہ کالج پشاور

ڈاکٹر انور علی

پروفیسر شعبہ اردو اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور

Abstract:

In this article three dimensional psychoanalysis has been presented of "Meera G's" symbolic poem "Sham Ko' Rasty Par". Through the article intrinsic and extrinsic conflict of twentieth centuries Indian young man has discovered by using Freudian Jungian and Lacanian lenses of Psychology whole life, lived experiences of dark aspects of colonized young man personality has been shortly presented. How young Indian colonized felt and struggle for his existences and creativity and his individual effort to protect Indian civilization.

قدیم یونانی زندگی، فطرت اور کائنات کی مختلف پہلیوں کو سلجھانے میں زندگی صرف کرتے اور انہیں علم کے متعلق علم حاصل ہوتا تھا۔ وہ اس علم کو عملی زندگی میں استعمال کرنے اور اس علم سے معیار زندگی کو بہتر بنانے میں مصروف رہتے تھے۔ ان کے پیش نظر کیوں، کیا، کون، کہاں اور کیسے ہر خارجی مظہر کے ساتھ سوالات رہتے تھے۔ جس سے وہ زندگی کے رونما ہونے والے واقعات کے پیچھے کار فرما سبب اور اثرات پر مکالماتی بحث تخلیق کرتے۔ میراجی کی نظم "شام کو راستے پر" بھی اس قسم کی مکالماتی، فلسفیانہ زندگی کے اپنے اوپر گزارے ہوئے تجربات واحساسات کا بیانیہ وکلامیہ ہے۔ نظم کا عنوان اپنی ایک علامتی جہت رکھتا ہے جو کہ اس پوری نظم کا تیسرا نفسیاتی رنگ ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے ہمیں Odeipus کی حل کردہ پہیلی کو ذہن میں لانا ہو گا۔ جس کے سامنے یہ بتایا گیا کہ وہ کونسا جانور ہے جو صبح چار پاؤں پر ہوتا ہے دوپہر کو دو ٹانگوں پر اور شام کو تین ٹانگوں پر چلنے لگتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا "انسان" جو صبح کے وقت یعنی اپنی زندگی کا آغاز گھٹنوں کے بل چلنے سے چوپایہ ہو کر کرتا ہے۔ دوپہر یعنی جوانی دو ٹانگوں پر چل کے گزارتا ہے اور شام بڑھاپا یعنی وہ اپنے ہاتھ میں لکڑی کی عصاء کو لیتا ہے تو تین ٹانگوں پر شام کو بسر کرتا ہے۔ اس کے بعد رات یعنی مرنے کے بعد کی زندگی اور اس کے اندر جنت اور دوزخ، سزا اور جزاء کو تصورات جو اس دنیا میں بنائے گئے ہیں۔

یہ پہیلی میراجی کی اس مبہم علامتی نظم کے عنوان پر صادق آتی ہے۔ نظم میں موجود لفظ "شام" زندگی کے ڈھلتی جوانی کے عرصہ کی جہت کو ظاہر کرتا ہے اور "راستے پر" اس دنیا کے رواں قافلہ زندگی کی نمائندگی کرتا ہے۔ ہم اس نظم میں علامتی سلسلہ کی کڑیوں کو لاقان کی ساختیاتی اور پس ساختیاتی نفسیاتی وضاحتوں سے سمجھیں گے اور اس نظم کے اندر 1d اور انا کی کشمکش سے پیدا ہونے والی داخلی صورت حال کو فرائیڈ کے تناظر میں دیکھیں گے۔ اس نظم میں میراجی کی "میں" کو مختلف بہروپوں میں بدلنے اور انہیں بہروپوں کی بدولت اجتماعی لاشعور میں Self کی پناہ لینے کے عمل کو Jung کے نفسیاتی تشریحات میں رکھیں گے یوں اس نظم کے تین رنگ فرائیڈ، یونگ اور لاقان نفسیات کے تکون مکمل ہو گی۔

کسی بھی لائحہ عمل کا تکونیاتی تناظر اُس کو Three Dimension میں دیکھنے کا ایک سائنسی مکمل اطلاق ہوتا ہے جیسے زندگی، موت اور آخرت عاشق، معشوق اور رقیب، چاند، سورج اور تارے، بچپن، جوانی اور بڑھاپا، زبان، بیان اور معنی، مشاہدہ، تجربہ اور نتیجہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ چوتھی، پانچویں، چھٹی یا ساتویں جہت نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات تو ایک جہت کے اندر بیک وقت سات سمتوں کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ جیسے بظاہر روشنی سفید ہے اور ہم اس کے ایک پہلو کو دیکھ رہے ہیں۔ اس کو ایک تکون کے منشور سے گزارے تو اس کے سات رنگ واضح ہو جاتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ایک فرد کی زندگی کا ذاتی، محسوساتی، المیاتی اور تجربہ اس کی ایک زندگی کے تکونی منشور سے گزر کر زندگی کے سات درجات کی غمازی کر سکتا ہے۔ سات کے عدد کو تین کے عدد کے بعد اس کائنات میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔

"قرآن شریف میں تخلیق کائنات کو سات دنوں پر مشتمل بتایا گیا ہے۔

قرآن شریف میں سات زمین اور آسمان کا ذکر آتا ہے"۔(1)

اسی طرح شیکسپیئر نے:

" زندگی کو سات درجوں سے گزرتے ہوئے بتایا ہے" (2)

زندگی ہویا بے جان اشیاء یہ ابتداء کی اکائی ایک خلیہ اور ایٹم سے ناپی جاتی ہے۔ذہن کے پانچ حواص خمسہ بیک وقت ایک نقطہ ادراک پہ محسوسات کو جمع کرتے ہیں اسی طرح گزرا ہوا زمانہ چند تلخ اور حسین یادوں کا ایک البم محسوس ہوتا ہے۔یہ نظم بھی میراجی کے بچپن،جوانی اور گزرے ہوئے زمانے کی ایسی بے نیاز کہانی ہے جس کو وہ زندگی کے آخری لمحات میں سطح شعور پہ لا رہا ہے۔فرائیڈ،یونگ اور لاقان بظاہر تینوں الگ نظریات کے مالک ہیں لیکن خواہش،خواب،ضرورت،گمان،حقیقت،خوشی،غم،عادات،اخلاق،رویوں اور اعمال زندگی کے اسباب اور اثرات کی شرح کرتے وقت جس نقطے پر آکر ملتے ہیں۔وہ خواہشات زندگی کی شرح ہے جو ضرورت کی حد کے اندر اعمال صالح کو جنم دیتی ہے۔جس سے زندگی منظم ہو جاتی ہے اور ضرورت کی حد سے باہر اعمال بد کو تحریک دیتی ہے جس سے زندگی منتشر ہو جاتی ہے۔منتشر زندگی کئی منزل کے پیچھے لاحاصل بھاگ دوڑ اور حسرتوں اور نامرادیوں کی غمناک کہانی بن جاتی ہے۔اس لئے فرائیڈ "Well to Pleasure " اس سے مراد "تمنائے حیات پُر مسرت"،یونگ "Well to Conquest" مطلب "تمنائے جستجوئے حیات" اسی طرح لاقان " Well to desire" کا مطلب "تمنائے عرفانِ خواہشات " ہے۔

فرائیڈ کی شعور اور لاشعور کی جنگ،خواہش کے سراب کے حاصل کرنے کو مسرت حاصل کرنا اور توانائی کا اظہار کہلاتی ہے اور ناکامی کی صورت میں ناگوار،تلخ حقائق بن کر لاشعور میں Repressed Memory کہلاتی ہے۔جو کبھی کبھار خارجی دنیا کی تحریک کی وجہ سے Images اور غمناک جذبات بن کر شعور کی سطح پر آتے ہے۔اس نظم میں ان کے نمائندے مصرعے تین اہم تصویریں سامنے لاتے ہیں۔جو تین تصویریں درج ذیل ہیں۔

اشعار ملاحظہ ہو بقول میراجی:

کبھی بھر لیتا ہے اک بھولی سی محبوبہ نادان کا بہروپ کبھی
رات کے خلوت مجوب کے مخمور صنم خانے میں،
مری آنکھوں سے لپٹتی ہیں مچل اٹھتی ہیں
آرزوئیں دل غم دیدہ کے آسودہ نہاں خانے سے
اور میں سوچتا ہوں نور کے اس پردے میں
کون بے باک ہے اور بھولی سی محبوبہ کون؟(3)

ان اشعار میں میراجی کی Ideal Ego نے Ideal Sexual id میں تبدیل ہونے کی کوشش کی ہے اور Fulfillment of wish کے ساتھ زندگی کی غم اور خوشی کو منسوب کر دیا ہے جس سے اُس کی انا،شکست وریخت کا شکار ہو گئی۔اس لیے وہ خارجی دنیا کے بجائے باطنی دنیا میں قید ہو کر نرگسیت،سادیت اور مساکیت بھری نفرت کا شکار ہوئے۔اس ضمن میں Freud کہتے ہیں:

> The two pairs of opposites Sadism-Masochism and Scopohitia – exhibitions. The reversal affects only the aims of the instincts. The active aim (to torture, to look at() is replaced by passive aim (to be tortured, to be looked at). Reversal of content is found in the single instance of the transformation of love into hate. (4)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

اسی طرح شعور اور لاشعور کی کشمکش کے پیچھے id اور ego کی توانائی کی اصول کے لئے جنگ کار فرما ہوتی ہے۔ توانائی جو زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ ان دنوں میں سے جو چیز جیتے گی اعمال اور رویے بھی اس سے وابستہ ہوں گے۔

انسان اپنی زندگی کبھی خود کو قیاس کرلیتا ہے کبھی زندگی کا deal اور منزل خارجی دنیا میں کسی مظہر کو بنالیتا ہے اور وہی اس کی زندگی کہلاتی ہے۔ اور کبھی انسان عشق کا Persona اوڑھ کر Free well یعنی حریت اظہار ذات بن جاتا ہے۔ یہاں نظم میں Persona اور دو طرح کی Archetypes کی نشاندہی بھی ملتی ہے۔ Persona میراجی کے عشق کا Persona ہے جس کو اوڑھ کر وہ عاشق کی زندگی کو پرندے اور جنگل کی آزادی سے Personaify کرتا ہے۔ Archetype میں چالاک بوڑھے کی بیداری اور دوسرے Archetype ایک جوان ہیرو کو اُبھرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ جو زندگی کی قید میں نہیں رہے گا بلکہ اس سے مقابلہ کرکے دکھائے گا۔ یہاں پر بھی تین پر معنی تصویریں دکھائی گئی ہے جن کے نمائندہ اشعار درج ذیل ہے۔

"ایک چالاک جہاں دیدہ و بے باک ستمگر بن کر
دھوکہ دینے کے لئے آتا ہے بہکاتا ہے۔
مری آنکھوں میں تو مرکوز ہے روزن کا سماں۔
میں تو اک دھیان کی کروٹ لے کر
عشق کے طائر آوارہ کا بہروپ بھروں گا پل میں
اور چلا جاؤں کا اس جنگل میں
میں اسی روزن بے رنگ میں گھس جاؤں گا" (5)

ان اشعار میں عجیب صورت حال پیدا ہوگئی ہیں۔ شاعر کی بیرون بین فکر اور درون بین فکر دونوں کے آگے اظہار اور سماج کی دیوار کھڑی ہوگئی۔ اور شاعر کی self اندر یا باہر کے سفر کو عمل میں مجروح ہورہی ہے۔ اس لئے اس نے اپنی self کو بچانے کے لئے پرندے کے Persona میں خود کو چھپالیا ہے اور جو بوڑھے چالاک آدمی کا Archetype تھا وہ ایک آزاد جوان ہیرو کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ جسے دنیا کے میلوں جھمیلوں سے کوئی لینا دینا نہیں۔

اسی طرح ہماری روزمرہ زندگی میں مذہبی رسومات کی ادائیگی اور دیومالائی عناصر بھی archetypes کی ہی مختلف شکلیں ہوتی ہے۔ اس ضمن میں کارل یونگ کہتے ہیں۔

> "How is it then you may ask with the most ordinary everyday events with immediate realities like husband, wife, Father, Mother and Child these ordinary everyday facts which are eternally repeated create the mightiest archetype of all, whose ceaseless activity is everywhere apparent even in a rationalistic ego like ours, Let of us take as an example the Christians dogma, the trinity consists of father, son, and holy ghost".(6)

کسی بھی ذات میں archetype کی بیداری، معاشی، سیاسی، سماجی، عملی، اور تہذیبی یا نوآبادیاتی جبر کے خلاف ایک نفسیاتی صدائے احتجاج ہوتی ہے جو انا کے تحفظ کا کام کرتی ہے۔

نظم کے آغاز میں ہی رات اور اس کی عکس تخلیل علامتی صورت میں اُبھرنے والے الفاظ ہیں۔ اس سے وہ کثرت معنی اور ہجوم خواہشات مراد لیتا ہے۔ اور اپنی زندگی کا مقصد ایک ایسی آدرشی زندگی یا آخری زندگی کے تخیلاتی دنیا کو حاصل کرنا یا اس میں رہنا ہے لیکن جب سے اس نے اپنی ذات کے ہونے کا گمان کیا ہے اس کی توجہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

اپنی "میں" سے خواہشات دور لے جاتی ہیں جس سے یہ زندگی ایک پہیلی بن جاتی ہے اور ایک Signifier دوسرے Signifier کو جنم دیتا ہے۔ اور Signified یعنی زندگی کی ممکنہ تفہیم،لاحاصل ہو جاتی ہے۔یہاں بھی نظم کی تین اہم images کو پیش کیا جاتا ہے۔اور زندگی محض سراب،دھوکہ اور بہکاوا لگتا ہے۔اشعار ملاحظہ ہو۔

"دھوکہ دینے کے لئے آتا ہے بہکاتا ہے
اور جب وقت گزر جائے تو چھپ جاتا ہے
سوچ کو روک ہے دیوار کی، وہ کیسے چلے؟
وہ صنم خانہ جہاں بیٹھے ہیں دوبت ---- خاموش
اور نگاہوں سے ہر اک بات کئے جاتے ہیں
ذہن کو ان کے دھندلکے نے بنایا ہے اک ایسا عکاس
جو فقت اپنے ہی من مانے مناظر کو گرفتار کرے
میں کھڑا دیکھتا ہوں، سوچتا ہوں جب دونوں
چھوڑ کر دل کے صنم خانے کو گھر جائیں گے
صحن میں تلخ حقیقت کو کھڑا پائیں گے
ایک سوچے گا مری جیب، یہ دنیا، یہ سماج
ایک دیکھے گا وہاں اور ہی تیاری ہے
مری آنکھوں کو نظر آتا ہے روزن کا دھواں
اور دل کہتا ہے یہ دودِ دل سوختہ ہے
ایک گھنگور سکوں، ایک کڑی تنہائی
میرا اندوختہ ہے
گھر کے بے باک المناک سیہ خانہ میں
آرزؤں پر ستم دیکھنا ہے، گھلنا ہے
میں تو روزن میں نہیں جاؤں گا، دنیا مٹ جائے
اور دم گھٹ کے فسانہ بن جائے
سنگدل، خون سکھاتی ہوئی، بے کار سماج"(7)

ان اشعار میں مرکزی علامت "میں "یعنی I کی ہے جو اپنی شناخت کی خواہش کی خاطر دنیا کے Symbolic order سے ٹکرا لیتی ہے۔جس سے دنیا کی اخلاقی، مرضی اور نوآبادیاتی جبر کے ساتھ ساتھ انسانی فطرت کی حدود کی پابندیاں ایک دیوار کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔اور اسے اپنی ہی زندگی اس دیوار میں ایک ایسا روزن محسوس ہوتی ہے جس میں وہ بیرونی دینا کے Symbolic order کا تنقیدی جائزہ لیتا ہے تو اس کا Small other یعنی اپنی ذات کی شناخت Big other کے ساتھ متصادم ہوتا ہے تو اُسے دونوں طرف "میں" ہی نظر آتی ہے اور آخر کار وہ Big other کا پیچھا کرنے کے بجائے اپنے Small other یعنی اپنی شناخت اور اپنی ہی چھوٹی سی خواہش کو زندگی گمان کر لیتا ہے۔

اس لیے اس کے یہ سنگدل سماج ایک بے کار سماج کی حیثیت رکھتا ہے جو بے معنی، بے سمت اور بے منزل ہے اور یہی Desire gape کہلاتا ہے۔بقول لاقان:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

“It is under this double aspect that the nonidentical appears to identity thinking on the one hand as something of tantalizing beauty which perpetually eludes our grasp on the other as something and uncontrollable menacing precisely because of our inordinate need to control, it yet we cannot enter into relation with his creature either washing the mirror the solution of the Philosophers of desire or by climbing as dose jrida that bought a woman world are merely effect generated by its invisible surface either the only way to achieve this relation is to revoke the spell cast by the imperial on the animals which is also as we have seen. I spell cast on himself”. (8)

اسی طرح یہ پوری نظم بیسویں اور اکیسویں صدی کے انسان کے کرداری رویّے کی باطنی تعبیر ہے کہ یہ انسان اپنے مدِ مقابل خود ہی آکھڑا ہوا ہے اور یُوں انفرادی المیے نے اجتماعی المیے کی صورت اختیار کرلی ہے۔ جس المیے میں مرکزی حیثیت اپنے وجود میں مرکز سے دور ہو کر ایک بے معنوی موجودیت کا احساس ہے۔ جس لئے لفظیات کے نئے ساختوں اور اظہار کے نئے پیراہوں کے نئے پیمانوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

کیونکہ اس نظم میں گھر، صحن، کھڑکی، دیوار اور دروازے کے الفاظ، گھر کے Structure کو تو ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن گھر میں آنے والے شخص کو کبھی کھڑکی اور کبھی دروازے سے رات کے وقت آتے دکھایا گیا ہے۔ اور صحن میں ایک تلخ حقیقت کا بھی اس کو سامنا در پیش ہے۔ یہ شخص اور اس کی محبوبہ حالات کے ہاتھوں بالکل بت بن چکے تھے ان کی کوئی اپنی زبان اور اختیارات نہیں۔ ان کی داخلی حالت ایک دوسرے کو آنکھوں سے بیان ہوتی ہے جو کہ ایک ہندوستانی غلام نوجوان کی برطانوی سامراج میں داخلی حالت ہے۔ میرا جی ایسا بت نہیں بننا چاہتے وہ ہندوستانی تہذیب کی قدیم پراکرتی آدرش کے تہذیبی مزاحمت کا اظہار کرتے ہیں۔ اگرچہ اس طرح کی آواز بن کر انہیں ایک کڑی تنہائی اور بے سروسامانی اور روایتی طرز فکر اور طرز عمل سے بے نیازی کی صورت میں مقبولیت عام نہیں ملے گی۔ لیکن پھر بھی وہ اس میں ایک گھنگھور سکون محسوس کرتے ہیں۔ اور یہی ان کی شناختی علامت بن جاتی ہے۔ اس طرح وہ اجتماعی زندگی جینے کے بجائے فرد کی انفرادی مرضی اور صلاحیت کے بے تکلف برملا اظہار کو ہی اس کی بقا سمجھے ہیں۔ نیز عکس تخیل اور عکاس جیسی لفظیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ چیزیں نہیں بلکہ ان کے تصورات ہی انسان کے ذہن کا سرمایہ ہوتے ہیں۔

حوالہ جات:

1. قرآن مجید پارہ نمبر29، سورۃالملک آیت نمبر02
2. http://shakspeare.folger.edu/william Shakespeare, “as you like it” “ Act No. 02” “ Seen No. 07” “ Lines: 139” Page No. 83”
3. "میراجی" "کلیات" مرتب: جمیل جالبی "فرید بکڈپو(پرائیویٹ)لمیٹڈ نیو دہلی" جون2005"ص۔103/104"
4. Sigmund Freud “On metapsychology. 11” Penguin books 1984 Page: 124
5. ایضاً "شام کو راستے پر" ص:103/104، ایضاً
6. Jung. C.G. Campbell, J, & Hull, Psyche (Page. 42/43) New York: Penguin books
7. ایضاً "شام کو راستے پر" ص:103/104
8. Jacques Lacan, mapping ideology Slavoj zizek.NY. (Page. 38/39). 18